حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

نسل نو کے عقیدہ اور دین وایمان کی حفاظت

۷؍ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو انجمن تعلیمات دین ضلع لکھنؤ کے زیر اہتمام مدرسہ مظہر الاسلام بلوچ پورہ شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں منعقدہ ایک روزہ دینی تعلیمی کانفرنس سے خطاب

ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰہک والٰہ آبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰہا واحدا ونحن لہ مسلمون۔

میرے معزز و عزیز بھائیو! دوستو اور حاضرین مجلس! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے قرآن مجید پڑھنے کی سعادت آپ میں سے اکثر حضرات کو کہنا چاہیے اور کہنے کا حق ہے آپ سب حضرات کو حاصل ہوتی رہتی ہے اور بہت سے بھائی اس کا ترجمہ بھی دیکھتے رہتے ہیں لیکن بعض مرتبہ جو چیز بار بار نظر سے گذرتی ہے اس کا معاملہ بھی اگر بے ادبی نہ ہو تو کہوں کہ یہی ہے اور دوسرے مشاہدات کا بھی معاملہ یہی ہے کہ جو چیز سامنے بار بار آتی ہے، کتنی دکانوں کے سائن بورڈ ہیں جو ہر وقت نظر سے گذرتے رہتے ہیں اگر پوچھا جائے کہ فلاں بازار سے جس سے آپ روزانہ گذرتے ہیں اور کئی کئی بار گذرتے ہیں اس میں دائیں طرف کی دکان پر ایک سائن بورڈ لگا ہوا ہے وہ کیا ہے؟ تو آپ کہیں گے کہ ہم نے کبھی غور سے پڑھا نہیں یہ اکثر ان چیزوں کے ساتھ پیش آتا ہے جس سے واسطہ پڑتا رہے اور لگا ہیں جس کی عادی ہو جاتی ہے

قرآن مجید کی یہ آیت جو پہلے ہی پارے کی آیت ہے اور اس کا ترجمہ عام طور پر قرآن مجید کے ترجمے میں موجود ہے، خدا کے فضل سے اللہ تعالیٰ ان مترجمین کو جزائے خیر دے وہ ان ترجموں کے ذریعے سے پڑھتے ہیں اور جو براہ راست عربی زبان سے واقف ہیں وہ خود ان کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت کم غور کرنے کی نوبت آئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس اہتمام کے ساتھ اگر یہ لفظ غیر شایان شان اور بے ادبی کے نہ ہوں تو میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو بیان کرنے کو کیوں ترجیح عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ جس کی شان یہ

ہے کہ جو چیز بھی اس سے نسبت رکھتی ہے وہ ضروری ہے، معنوی ہے مناسب حال ہے، مناسب وقت ہے اور فطرت کا تقاضا ہے اس میں اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے اور بہت سے خطروں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص غور نہ کرے تو کہے گا کہ ایک پیغمبر کے انتقال کے وقت کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے اس کی قانونی، علمی، تاریخی، تہذیبی اور معنوی طور پر کیا اہمیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس چیز کا انتخاب فرمائے اور اپنے اس کلام میں جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے اور دنیا کے تمام کلمہ گو انسانوں کو ہی نہیں بلکہ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ یا توفیق انسان کو پڑھنا ہے، بار بار پڑھنا ہے تو اللہ تعالیٰ انہی چیزوں کا ذکر فرمائے گا جن میں غور کرنے کا مواد ہے، غور کرنے کا سامان ہے اور جن میں ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں ہیں دنیا میں سبھی دنیا سے جاتے ہیں سب جانیوالے ہیں، جن کی جتنی بھی زندگی ہے بہرحال اس نے دنیا کو الوداع کہنا ہے، پیغمبروں کے لیے بھی یہی ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل: حضورؐ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ کون ہیں؟ اللہ کے رسول ہیں قد خلت من قبله الرسل۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر تھے وہ دنیا سے چلے گئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو بھی ایک مرتبہ دنیا کو الوداع کہنا ہے اور رخصت ہونا ہے اور اس مقام قرب میں جانا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر اور مختص فرما دیا ہے کہ اللہ کے ایک پیغمبر کے انتقال کا ایک واقعہ اس کو قیامت تک کے لیے کیوں دوام اور عمومیت بخشی جارہی ہے۔ اور اس کو قابل توجہ قرار دیا گیا ہے، یہ سوچنے کی بات ہے مگر بہت سی چیزیں جو بہت آسان معلوم ہوتی ہیں اور ان میں کوئی ایسی عقدہ کشائی نہیں ہوتی تو ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے ہم میں سے اکثر لوگوں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ہم نے غور نہیں کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو کیوں بیان فرمارہا ہے مسلمانوں کو خطاب کرکے قرآن مجید کے پڑھنے والوں کو خطاب کرکے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا۔ یہ قرآن مجید کا طریقۂ بیان اور خاص اسلوب ہے جب کسی چیز کو مستحضر کرنا اور اسے آنکھوں کے سامنے لانا چاہتا ہے تاکہ وہ مشاہدہ بن جائے۔ تو اس طرح خطاب فرماتا ہے۔ کہ تم اس وقت تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا، ان کا دم واپسیں تھا۔ اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدی۔ جب کہ انہوں نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم مجھے یہ بتادو کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے۔ اب یہیں سے آپ سوچئے کہ معاملہ ہے حضرت یعقوبؑ کا اور یعقوبؑ کون ہیں؟ یعقوبؑ ابن اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ نبی کے بیٹے اور نبی کے بھتیجے حضرت اسمٰعیلؑ کے بھتیجے اور حضرت اسحٰقؑ ابن ابراہیمؑ اور ان کے والد نبی ہیں ان کے چچا نبی ہیں ان کے دادا نبی ہیں اور وہ کیسے نبی ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ جن کو اللہ اپنا دوست

کہتا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں۔ اسمٰعیلؑ جو سید الانبیاء۔ سید المرسلین خاتم النبیین رسول اللہؐ کے جدّ امجد ہیں ان کے بھتیجے ہیں اور خود پیغمبر ہیں اور خود پیغمبر کے باپ بھی ہیں اور پیغمبر کی اولاد بھی ہیں، یوسفؑ خدا کے پیغمبر ہیں ان کے صاحبزادے ہیں، کیا ماحول ہے اس گھر کا۔ اس کا آپ ذرا خیال کیجئے کسی عالم کے کسی شیخ وقت، کسی مصلح یہاں تک کہ کسی واعظ کے کسی پڑھے لکھے مسلمان کے متعلق بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ اپنے انتقال کے وقت یہ بات پوچھے گا، اللہ تعالیٰ کا نام ان کو سکھلایا گیا ہے، کلمہ پڑھتے ہیں، اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، سب کے نام مسلمان کے سے ہیں اور پھر اس میں جو لوگ بلوغ کو پہنچ گئے ہیں یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے، گھروں کے ماحول پر دینی فضا چھائی ہوئی ہے وہ مسجدوں میں جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے ماں باپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنے گھر میں اللہ اور رسول ہی کا ذکر سنتے ہیں تو ان سے اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ پوچھنے کی باتیں بہت ہیں اور سب جانتے ہیں اگر دنیا میں وصیت ناموں ہی کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا کتب خانہ تیار ہو جائے تاریخ اور ادبیات اور انسانی ضروریات اور انسانی تقاضوں کا ایک بہت بڑا مرقع سامنے آجائے یہ کام اگر کسی کو فرصت ہو تو یہ کر سکتا ہے کہ کتابوں میں موقر طبقہ کے لوگوں کی جو وصیتیں درج ہیں ان کو جمع کر دے، علماء مشائخ و مصلحین اور داعیوں والیان ریاست اور اہل حکومت کی وصیتوں کو یکجا جمع کرے تو انسانی احساسات اور انسانی عقل و دانائی کا اور اپنی اولاد سے ورثا سے تعلق کا ایک ایسا نقشہ سامنے آجاتے کہ اس سے نفسیات انسانی کے بڑے عجائبات کے انکشافات سامنے آجائیں اور معلوم ہو کہ انسان میں قدر مشترک کتنا ہے، ان کی وصیت اکثر نہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے کی۔ یہی دیکھئے گا بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ دیکھو سب سے زیادہ جو کان میں پڑی ہے اور کتابوں میں دیکھی ہوئی ہے کہ جانے والے باپ نے صبر کرنے والے باپ نے جو دنیا سے رخصت ہونے والا ہے اور پا بہ رکاب ہے اس نے اپنے بچوں کو جمع کیا، سب شریف زادے سب اچھے خاندان کے لوگ اور ان میں کئی پڑھے لکھے اور ان میں کئی تربیت یافتہ ان سے عام طور پر ہم نے جو کتابوں میں دیکھا وہ یہ کہ ان سے کہہ دو کہ بیٹو لڑنا جھگڑنا نہیں اتحاد کے اور شرافت کے ساتھ رہنا یا یہ ملتا ہے کہ دیکھو بیٹو، فلاں جگہ میں نے رقم دبا رکھی ہے تمہارے لیے ابھی تک بتایا نہیں تھا، فلاں جگہ تم کھودنا تم کو وہاں خزانہ ملے گا۔ وہاں دفینہ ہے یا یہ کہا کہ دیکھو ہمارا اتنا قرض دوسروں پر آتا ہے لکھ لو اس کو فلاں فلاں آدمیوں کے ذمہ ہماری اتنی اتنی رقم ہے اس کو وصول کر لینا اور یہ دستاویز ہے ان کا اقرار نامہ یہ دکھانا یا بہت زیادہ اگر احتیاط اور تقویٰ ہوا ہو تو یہ کہا کہ دیکھو بیٹو۔ میرے بچو اور میری آنکھوں کے تارو! اور پیارو! مجھ پر تمہارے باپ پر اتنے لوگوں کا مطالبہ ہے، قرض ہے، اور اس کو بھولنا نہیں، جن کو بہت خدا کا ڈر ہے متقی لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں یہ کس طرح

کی وصیت ہے سوچئے آپ ذرا سا اپنے ذہن کو حاضر کر کے اور اس وقت کو سامنے لا کر یہ ہیں کون جن سے بات ہو رہی ہے یہ نبی زادے ہیں ولی زادے نہیں ولی زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں، بزرگ زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں، عالم زادے بڑی چیز سمجھے جاتے ہیں۔ تو اس پر ہمارا ایمان ہونا چاہیئے اگر ہمارا ایمان اس پر نہیں تو ہمارا ایمان ناقص ہے پیغمبر زادے ہیں ان سے بڑھ کر اس وقت نوع انسانی میں کسی کو نہیں کہا جا سکتا ہے، اور پوری روئے زمین پر ان سے بڑھ کر قابل احترام قابل محبت اور قابل اعتماد کوئی اور انسانی مجموعہ نہیں ہو سکتا نبی کے بیٹے۔ نبی کے بھتیجے، نبی کے پوتے سب کے سب ہیں۔

اور انہوں نے اپنے گھروں میں دیکھا کیا ہے۔ اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ نمازیں ہو رہی ہیں، اللہ تعالےٰ کا نام لیا جا رہا ہے ذکر ہو رہا ہے دعاؤں میں رویا جا رہا ہے، اپنی ماؤں کو دیکھا انہوں نے کہ بڑے گڑگڑا کر اپنے لیے ان کے لیے دعائیں کر رہی ہیں اور ان گھروں میں خدا کے نام کے سوا کوئی نام نہیں لیا گیا۔ سنا ہی نہیں انہوں نے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ہے اور اس کائنات پر اثر رکھتا ہے اور وہ نفع وضرر کا مالک ہے اور اس سے کچھ مانگا جا سکتا ہے، کچھ اس سے امیدیں کی جا سکتی ہیں، توحید کے سوا کوئی عقیدہ، نماز روزہ کے سوا کوئی عبادت۔ اور اللہ کے خوف و محبت کے سوا کوئی عبادت۔ اور اللہ کے خوف و محبت کے سوا انہوں نے کوئی دعوت سنی ہی نہیں لیکن کیا بات ہے۔

ع عشق است وہزار بدگمانی

جب یقین ہوتا ہے، آدمی کو اہمیت ہوتی ہے کسی چیز کی تو وہ پھر معقولات اور عقلی چیزوں اور مفروضات اور قیاسات پر عمل نہیں کرتا یہی فرق ہے اگر آدمی بیمار ہے واقعی بیمار ہے تو وہ ساری احتیاطیں اٹھ جاتی ہیں کتنا ہی وہ غیور ہو اور کتنا ہی وہ خود دار ہو، کتنا ہی وہ ضابط ہو، کتنا ہی وہ صابر اور متحمل ہو وہ کہہ دیتا ہے اپنے لڑکوں سے اپنے عزیزوں سے کہ ہمیں یہ تکلیف ہے ڈاکٹر کو بلاؤ، حکیم کو دکھاؤ اسی طریقے سے اگر کوئی بھوکا ہوتا ہے واقعی اگر بھوک ہے تو پھر وہاں پر غیرت نہیں چلتی کہ ہم کس منہ سے کہیں کہ کھانا لاؤ، کھانے کا وقت ہو گیا ہے بڑے بڑے امیر زادے امیر اور نواب زادے اور والیان ریاست اور حکام اور جوان سب چیزوں سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں وہ بھی ایسے موقع پر اپنی بھوک کا احساس ظاہر کر دیتے ہیں تو سارا معاملہ اہمیت کے احساس کا ہے تو بتایئے کہ حضرت یعقوبؑ نے کیوں اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کیا ان سے پوچھا۔

آخری وقت اور تھوڑا ہی وقت ہے، بات کرنے کا۔ اس کو اس دنیا سے جانے والے خود بھی سمجھتے ہیں اور وہ خدا کا پیغمبر جو مکلم من اللہ ہوتا ہے جس پر وحی نازل ہوتی ہے اس کو کیوں نہ اس کا احساس ہوگا کہ

بس اب چند ہی منٹ کے بعد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، ان بیٹوں، پوتوں کو بلا کر ان سے بات کرنے کی بات کیا ہو سکتی تھی تو ہماری سمجھ میں تو یہی آتی ہے اور یہ ہم نے دیکھا کہ کتابوں میں وصیت ناموں میں جانیوالے کے گفتگو کے ریکارڈ اگر ہوں تو ریکارڈ ورنہ جن لوگوں نے دیکھا ہے جن کو اتفاق ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ یہی کہا گیا ہے کہ دیکھو بھائی مل جل کر رہنا صلح و آشتی کے سلیقے اور تہذیب کے ساتھ رہنا اپنی ماں کا حق جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں خیال رکھنا، عزیزوں کا خیال رکھنا، صلہ رحمی کا خیال رکھنا ہے۔

ہزاروں برس سینکڑوں برس سے یہ دور چل رہا ہے کہ ایسے موقع پر ان باتوں کا اطمینان حاصل کیا جاتا ہے لیکن کیا بات ہے بات یہی ہے کہ جو دل سے لگی ہوتی ہے جس کی اہمیت ہوتی ہے، اور جس کو آدمی فیصلہ کن سمجھتا ہے، جس کو سمجھتا ہے کہ یہ چیز دائمی سعادت یا دائمی شقاوت کا سبب ہے اس کی طرف پہلے توجہ کرتا ہے، سارا معاملہ کسی چیز کے انتخاب میں اہمیت کے احساس کا ہے، ہماری پوری زندگی اس پر چل رہی ہے اور یہ دینی تعلیمی کونسل خود اس حقیقت شناسی پر قائم ہوئی ہے۔ اور پچاس کام ہیں ملت کے ہم ان میں سے کسی کی اہمیت کا انکار نہیں کرتے، میں گنہگار جو آپ سے بات کر رہا ہوں۔ خود بھی میری زندگی ایسی ہے جس سے لوگ واقف ہیں میں کتنی انجمنوں کا ذمہ دار ہوں بعض میں شریک ہوں ــــ تعریف کے لیے میں نہیں کہتا رابطہ ادب اسلامی ہے اس کے اور مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ہے اور سب سے بڑھ کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ہے اور ایسے اور بھی کئی ہندوستانی اور ہندوستان سے باہر کی تنظیمات سے میرا تعلق ہے لیکن میں دینی تعلیمی کونسل اور انجمن تعلیمات دین کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بچوں کے دین وایمان کی حفاظت دین وایمان کی معرفت اور پھر اس کی حفاظت اور پھر اس پر غیرت اور پھر اس پر زندگی گذارنے اور اس پر دنیا سے رخصت ہونے کے کام کو۔ سب سے زیادہ اہمیت دیں اس کے لیے اس سے بہتر واقعہ نہیں ہو سکتا جو میں نے آپ کو سنایا۔ یعقوبؑ نے اپنے بچوں کو ان کے پوتے بھی ہوں گے اس لیے کہ بڑی عمر میں ان کا انتقال ہوا ہوگا اور اس زمانے میں بھی لمبی عمریں ہوتی تھیں گھر بھرا ہوگا اس میں بیٹے، پوتے، نواسے، بھانجے اور بھتیجے ان سب کو شامل سمجھیے عربی کا لفظ لبنیہ جو ہے ان سب پر مشتمل ہے تو ”ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت“ کیا اے قرآن کے پڑھنے والو! کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا۔ اور موت سامنے آکر کھڑی ہو گئی گویا بالکل دم واپسیں تھا اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی) انہوں نے اپنے بچوں سے کہا کہ بیٹو! میرے جگر کے ٹکڑو! الخت ہائے جگر! نور نظر! یہ بتا دو ایک بات میں سننا چاہتا ہوں، ایک بات کا اطمینان لے کر دنیا سے جانا چاہتا ہوں، کوئی بات قرآن میں اس کے علاوہ کہی نہیں گئی اور ان کی تاریخ میں اور سیرت میں بھی نہیں ملے گی اور صحف سماوی میں بھی نہیں ملے گی کہ انہوں

نے اس وقت جب بالکل یہ سمجھئے کہ چند سانسوں کا معاملہ تھا کتنی سانسیں اور باقی ہیں۔ ما تعبدون من بعدی کہ تم میرے بعد عبادت کس کی کروگے سر کس کے سامنے جھکاؤ گے میں آپ سے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ گویا بالکل دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں کہ دنیا میں یہ بات کوئی شخص بھی کہیں کہے گا۔ اور یعقوبؑ نے یہ بات کہی تو قرآن مجید نے اس کا ذکر نہیں کیا تو اس میں بڑی حکمتیں ہیں اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ کہا ہوگا۔ لیکن غیرت توحید نے اور نبوت کے شرف اور اعزاز نے اس کی وجہ سے اس کا محل نہیں تھا کہ کوئی بیچ میں بات اور آتی، اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کا جواب نقل کر دیا یعنی خدا کی خود سے جو توحید کی وحدانیت ہے اس نے گوارہ نہیں کیا کہ ان کے سوال ان کے جواب کے درمیان کوئی اور بات آجائے مگر میں قیاساً کہتا ہوں کہ بالکل ممکن ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان، نانا جان یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے آپ نے ہمیں سکھایا کیا تھا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کیا اور اس گھر میں ہوتا کیا ہے اور ہم کس کی اولاد ہیں، ہماری رگوں میں کس کا خون ہے بتایئے آپ میں سے کون سا خاندان ہے دنیا میں، ایشیا افریقہ اور یورپ امریکہ کا کیا ذکر ہے خالص اسلامی ممالک میں حجاز میں یہاں تک کہ میں کہتا ہوں کہ حرمین شریفین میں اور خاص مکہ معظمہ میں اور خاص بیت اللہ کے سائے میں اور خاص مدینہ طیبہ میں اور مسجد نبوی کے سائے میں کون سا خاندان اس کو اس سے زیادہ یہ کہنے کا حق تھا کہ ہم سے پوچھنے کی بات ہے یہ معمولی معمولی خاندان والے کہہ سکتے ہیں، حضرت یعقوبؑ کا خاندان کیوں نہ کہتا تو بالکل ہمارے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ انہوں نے کہا ہوگا کہ ابا جان دادا جان نانا جان آپ ہم سے یہ پوچھتے ہیں آپ نے ہمیں سکھایا کیا ہے ہمارے متعلق خطرہ کیوں آپ کو پیدا ہوا۔ لیکن بھائی۔

ع عشق است و ہزار بد گمانی

جب کسی کو کسی چیز کی اہمیت ہوتی ہے تو وہ عقلیات مفروضات پر نہیں چلتا اور پھر وہ رسم و رواج پر بھی نہیں چلتا وہ بالکل اس وقت کے قرائن اور اس وقت کے قیاسات، سب سے بالاتر ہو کر وہ بات کرتا ہے جو اس کے دل سے لگی ہوتی ہے سارا معاملہ دل سے لگے ہونے کا ہے اور آج مسلمانوں میں جو کمی ہے اور جس کی وجہ سے دینی تعلیمی کونسل قائم ہوئی جس کی وجہ سے یہ جلسہ بلایا گیا اور جس کی وجہ سے جا بجا جلسے اور دورے ہوتے ہیں وہ سب اس وجہ سے کہ یہ بات جتنی دل سے لگی ہونی چاہئے مسلمانوں کے دل سے نہیں لگی ہے سارا خطرہ اس بات کا ہے کہ اس بات کی جو اہمیت ہونی چاہیئے تھی وہ مسلمانوں میں نہیں ہے یہ بات میری طرف منسوب کر کے کہی گئی ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے کہا کہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اگر مسلمان اپنے بیٹے کو (اور میں نے کہیں کہا بھی ہے) اپنے بیٹے کو معاف کیا جائے، مجھے کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ

کی طرف جاتے ہوئے، کسی پیڑ کے نیچے جھکتے ہوئے، کسی بڑے مجسمے کے سامنے بڑے ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے اور سر جھکاتے ہوئے دیکھے خواب میں، تو چیخ اٹھے اور سارا گھر جمع ہو جائے اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے خیریت ہے خیریت ہے کیا دیکھا آپ نے، کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا یا آپ نے کوئی بھوت پریت وغیرہ دیکھا نہیں نہیں میں نے کچھ نہیں دیکھا، میں نے یہ دیکھا کہ میرا بیٹا غیر اللہ کے سامنے سر جھکا رہا ہے، غیر اللہ کے آگے ایسے ادب سے کھڑا ہوا ہے جو توحید کے خلاف ہے اور غیرت اسلامی کے خلاف ہے یہ ہونا چاہیئے۔ سارا مدار اس وقت یہ ہے جس کے لیے ساری کوشش کی جا رہی ہے میں اس بارے میں معتبر گواہ تسلیم کیا جا سکتا ہوں کہ شروع سے اس کے کارکنوں میں اور خادموں میں ہوں اور اس کا نقشہ بنانے والوں میں ہوں۔ کہ سارا ڈر جو اس وقت پیدا ہو گیا ہے جو اصل اس کوشش کا باعث ہے اس پریشانی اور فکرمندی کا۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہیئے کہ ہماری اولاد اب کس کے سامنے سر جھکائے گی اور کس کو اس کائنات کا خالق و مالک مانے گی کس کو نفع و ضرر کا مالک مانے گی کس کو قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا مانے گی اور کس سے حقیقی طور پر سب سے ڈرے گی، یہ بات جتنی مسلمانوں کے دل سے لگی ہوتی چاہیئے تھی لگی ہوئی نہیں ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور سارا معاملہ دل کے تاثر کا اور دل کو اہمیت دینے کا ہے یہ ساری کائنات، ساری سیاست، سارا نظم مملکت اور یہ ساری جو سرگرمیاں ہیں انسانوں کی وہ سب درجے کے پیمانے پر لگی ہوئی ہیں ان سب کا جو مرکزی نقطہ ہے کہ کون سی چیز کتنی اہم ہے، کون سی چیز کتنی توجہ کی مستحق ہے تو صاف آپ سے کہتا ہوں کہ سارا ڈر ہندوستان میں جو پیدا ہو گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے دل سے یہ بات جتنی لگی ہونی چاہیئے تھی وہ لگی ہوئی نہیں ہے۔ ہماری اولاد، ہمارے بیٹے، ہمارے پوتے، ہمارے بھتیجے، بھانجے ہمارے خاندان کے افراد، ہمارے باپ کس دین پر رہیں گے اور کس کو خدائے واحد مانیں گے اور ان کے کیا عقائد ہوں گے اور کیا وہ اسلام پر زندگی گذاریں گے اور اسلام ہی پر وہ دنیا سے جائیں گے اور ان کی وفات ہو گی یا وہ کسی اور دین کو کسی اور عقیدہ کو اختیار کریں گے یہی بات ہے کہ جتنی فکر ہونی چاہیے تھی نہیں رہی، مسلمانوں میں کمزوری پڑ گئی ہے اور سارا خطرہ اس کا ہے اور یہی مفر ہے یہی وہ دہانہ ہے کہ جس سے سارے فتنے آ سکتے ہیں، ساری اعتقادی گمراہیاں آ سکتی ہیں، ساری بداعمالیاں آ سکتی ہیں اور ارتداد آ سکتا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور یہ لفظ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے لیکن اسی راستے سے ارتداد آیا ہے اور اسی راستے سے ارتداد آ سکتا ہے کہ وہ اہمیت وہ مقام اس کو نہیں دیا گیا، آئندہ نسل کے مستقبل اور آئندہ نسل کی سیرت واخلاق اور آئندہ نسل کے عقیدے اور اس کے دین کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جو اہمیت تعلیم کو دی گئی ہے، جو اہمیت امتحانات پاس کرنے کو دی گئی ہے، جو

اہمیت صحت کو دی گئی ہے۔

آپ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ و خضر کے واقعہ پر غور کیجیے، یہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرت خضرؑ ایک بچے کو ختم کر دیتے ہیں وہ ایک معصوم بچہ ہے جس کی جان لے لیتے ہیں قرآن میں کیوں بیان کیا جا رہا ہے حضرت موسیٰؑ اس واقعہ کو دیکھتے ہیں اور یہ واقعہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ واقعات جو بیان کیے گئے ہیں جو اسوہ بن سکتے ہیں جس پر عمل ہو سکتا ہے لیکن کوئی فقہی مسلک (یعنی ہمارے چاروں فقہی مسلک ابھی اور حدیث و سنت بھی اور کوئی عالم کوئی مفتی اس کا جواب نہیں دے سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج بھی یہ ہو سکتا ہے، حرام ہے کسی بچے کی جان لینا، لیکن حضرت خضرؑ جان لیتے ہیں اور موسیٰؑ کے سامنے جان لیتے ہیں اور قرآن مجید اس کا ذکر کرتا ہے حالانکہ اب اس پر عمل نہیں ہو سکتا ہے کیوں؟ تاکہ معلوم ہو کہ ایمان اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کے لیے اللہ کے ایک ولی بندے نے خدا کے ایک نبی بندے کے سامنے جو صاحب شریعت ہیں اس کے سامنے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ جب انہوں نے پوچھا کہ ارے یہ تم نے کیا کیا تو کہا کہ یہ فتنہ بننے والا تھا اگر یہ زندہ رہتا تو اپنے خاندان کے لیے فتنہ بنتا اس کو کفر پر ڈال دیتا یہ سوچنے کی بات ہے۔ یہ واقعہ کیوں اللہ تعالیٰ نے سنایا؟ اور قرآن مجید میں جو قیامت تک پڑھی جانے والی کتاب ہے اس میں کیوں بیان کیا تاکہ مسلمان یہ سمجھے کہ ایمان کی یہ قیمت ہے۔

تو اصل جو مرض اس وقت مسلمانوں کا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی آئندہ نسل کے ایمان کی جو اہمیت ہونی چاہیے اور جیسے بہت ہی دل پر پتھر رکھ کر اور دل کو تھام کر کہہ دیا گیا اور معذرت کے ساتھ کہ اس کو اس کی زندگی پر بھی ترجیح دے۔

واقعی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ میں صاف ہوں کہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ والدین اپنے لڑکے کی زندگی پر ترجیح دیں اس کے باایمان ہونے کو اور جو حضرت خضرؑ کا میں نے واقعہ سنایا وہ یہی بتاتا ہے تو یہ حضرت یعقوبؑ کا قصہ کیوں اللہ نے سنایا اور اس اہتمام کے ساتھ (ام کنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت) کیا تم اس وقت موجود تھے، یعنی اللہ تعالیٰ منظر سامنے لا رہا ہے کہ جب یعقوبؑ کا آخری وقت آیا تو بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو یہ بتا دو کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کرو گے۔ تو میں کہتا ہوں کہ یقیناً کہا ہوگا کہ ابا جان، دادا جان یہ بھی پوچھنے کی بات ہے، ارے ہم سے آپ پوچھ رہے ہیں۔ یہ تو کہیں کافر قبیلے سے پوچھا جائے، اور ہم کون ہیں، ہم آپ کے پروردہ آپ ہی کے جگر کے ٹکڑے، آپ ہی کے جسموں کے ٹکڑے ہیں اور ہمارے متعلق تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت توحید نے اتنا فصل بھی گوارہ نہ کیا کہ ان سوال و جواب کے درمیان فوراً نقل کر دیا کہ نعبد الٰهك

و آلہ آبائک اے ابا جان دادا جان ہم آپ کے باپ کے آپ کے چچا کے آپ کے دادا کے معبود کی عبادت کریں گے اور کس کی کریں گے۔ اور انہوں نے کہا کہ میں یہی سننا چاہتا تھا۔ میری پیٹھ قبر سے نہ لگتی جب تک کہ یہ اطمینان نہ کر جاتا بس آج مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کے باایمان ہونے اور توحید کے قائل ہونے توحید خالص کا قائل ہونے، صاف کہتا ہوں کہ خدا کے سوا نہ فرشتے اور نہ اولیاء اللہ، نہ خدا کے پیغمبر، نہ قطب ابدال کوئی کسی کا اس ملک میں اللہ کی سلطنت میں کوئی کسی کا تصرف نہیں ہے (الا لہ الخلق والامر) یاد رکھو کہ اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور اسی کا کام ہے چلانا، اس دنیا کو نہ کوئی اولاد دے سکتا ہے نہ قسمت بنا بگاڑ سکتا ہے، تمام اولیاء اللہ سر آنکھوں پر ان کے حالات اور ان کے لیے دل میں جو مقام ہے وہ لوگ جانتے ہیں جنہوں نے کم سے کم میری کتابیں ہی پڑھی ہیں۔ بزرگان دین کے حالات لکھنے کی سعادت ہوئی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی ہیں، خواجہ نظام الدین اولیاء بھی ہیں اور محبوب الٰہی اور پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی ہیں، شاہ ولی اللہ بھی ہیں اور آپ کے اس اطراف کے اودھ کے اولیاء اللہ میں سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی بھی ہیں اللہ نے توفیق دی ہم نے ان کے حالات مناقب لکھے لیکن یہ عقیدہ اپنی جگہ پر ہے کہ اس دنیا کا چلانے والا واحد خدا ہے۔ (الا لہ الخلق والامر) وہی نفع و ضرر کا مالک ہے وہی زندگی اور موت کا مالک ہے وہی اولاد دینے والا اور روزی دینے والا ہے اور قسمت بگاڑنے اور بنانے والا ہے۔ جس کا سارا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل میں ایمان کی اور عقیدۂ توحید کی وہ اہمیت پیدا ہو جائے وہ سب گوارہ کرے اور یہ گوارہ نہ کر سکے کہ میرا بیٹا میرا بھتیجہ میرا پوتا۔ یہ جس پر میرا اختیار ہے وہ غیر اللہ کو اس مملکت میں اس دنیا کے کارخانۂ عالم میں شریک سمجھتا ہے۔ یہ بات نہ ہو اور جو کچھ خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس وقت نصابی کتابوں سے اور میتھالوجی تک اس میں داخل ہو گئی ہے۔ ہندو دیو مالا اس میں داخل ہو گئی۔ یہی خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ کا بچہ نام بھی اس کا اسلامی ہو اور لباس بھی ان کا مسلمانوں کا سا ہو اور اردو زبان بھی جانتا ہو اور ادب بھی کرتا ہو اور مہذب بھی ہو اور ذہین بھی ہو لیکن توحید کے بارے میں اس کا ذہن صاف نہ ہو اور اس کے اندر کوئی نہ کوئی ہندو دیو مالا کی بات بیٹھی ہوئی ہو کرشن جی بھی ایسا کر سکتے ہیں گنیش جی بھی ایسا کر سکتے ہیں اس لیے کہ وہ قصے پڑھے گا اور میں نے درسی کتابوں میں دیکھا ہے کہ سب جمع ہوئے اور کہا کون سب سے بڑا دیوتا ہے انہوں نے کہا جو اس دنیا کا اتنی دیر میں چکر لگائے میں نے پڑھا ہے اس دنیا کا اتنی دیر چکر لگائے گنیش جی اٹھے اور دنیا کا چکر لگا کر آ گئے انہوں نے کہا کہ یہ بڑے ہیں ساری ہندو میتھالوجی اور اس کے علاوہ

ہو گر یک تیھالوجی تھی اور مین تھیالوجی تھی وہ سب مشرکانہ خیالات سے بھری ہوئی تھی تو بچوں کا یہ نصاب
پڑھنا اور گھروں میں اس غیرت کا نہ ہونا۔ اس غیرت توحید کا نہ ہونا اور اس ایمان کی قیمت کے احساس
کا نہ ہونا اور آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا اس کا علم نہ ہونا یا اس پر یقین کا نہ جمنا یہ سارا خطرہ ہے جس کے
لیے یہ سب کیا گیا ہے اور آپ کو زحمت دی گئی ہے کہ سب کچھ کیجیے لیکن بالکل صاف کہتا ہوں کہ بچوں کے
عمدہ کپڑے بنانے سے ہزار بار زیادہ اور بچہ بیمار ہو جائے تو اس کا بہتر سے بہتر علاج کرنے سے سینکڑوں
بار زیادہ اور اپنے بچوں کو نوکری کے قابل بنانے سے لاکھ بار زیادہ یہ ضرورت ہے کہ اس کو سچا پکا مسلمان
بنایا جائے۔ سب گوارہ کرے یہاں تک کہ اس کے لیے تیار ہو جائے صاف کہتا ہوں کہ اگر میری گردن اڑا
دی جائے مجھے گولی سے مار دیا جائے کہ میں شرک نہیں کروں گا، میں بت پرستی نہیں کروں گا میں اس
تھیالوجی کو نہیں مانوں گا یہ جب تک نہ ہوگا ہندوستان میں رہنا۔ اسی ہندوستان میں نہیں کسی ملک
میں بھی رہنا خطرناک ہے یہاں تک کہ خالص اسلامی ملکوں میں بھی رہنا خطرناک ہے میں نے اپنے ارادے
اور شاید استحقاق سے زیادہ وقت لے لیا لیکن یہ میں نے چاہا کہ کم از کم یہ بات یہاں سے لے کر جائیں کہ
سب سے زیادہ فکر کی چیز اور توجہ کی چیز آئندہ اپنی اولاد کا ایمان ہے۔ ایمان اور عقیدۂ توحید عقیدۂ رسالت
حضورؐ سے صرف ایمان ہی نہیں بلکہ آپ سے عشق و محبت اور آپ کا جو خدا کے بعد آخری درجے کا احترام
ہو سکتا ہے وہ احترام اور آپ کو اس دنیا کے نجات دہندہ اور دنیا کے لیے باعث رحمت رحمۃ للعالمین
سمجھنا اور آپ کی شفاعت کا شوق اور اس کا ارمان اور آپ کے ہاتھ سے جام کوثر پینے کی آرزو اور
آپ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا یہ کسی نہ کسی درجے میں پیدا ہو۔ یہ چیز اگر پیدا ہو گئی تو سب مسائل
حل ہیں۔ اور ادھر حالیہ دنوں میں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیاں ہوئی ہیں اور جو واقعات پیش آئے
ہیں وہ چیز مجھ سے مخفی نہیں اور ان کی جتنا ہو سکا اس دائرے میں توجہ بھی کی گئی لیکن یہ مسئلہ اولین
مسئلہ ہے اسی کے لیے آپ کو یہاں بلایا گیا ہے اور یہی آپ پیغام لے کر جائیں گے کہ پہلے بچوں کا ایمان
اور ان کے ایمان کی درستگی ان کے عقیدے کی درستگی، ان کا اسلام پر صرف قائم ہونا نہیں فخر کرنا اور
اس پر جینے اور مرنے کی آرزو دعا کرنا انہی کی نہیں بلکہ والدین کا بھی دعا کرنا کہ اے اللہ ہمارے اس
بچے کو ایمان پر سلامت رکھ۔ اور ایمان پر دنیا سے اٹھا یہ ضروری ہے یہی پیغام ہے اور یہی دینی تعلیمی کونسل
اور انجمن تعلیمات دین کے قیام کا مقصد ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔